

محمود الحسن بزمی *

کلام بلھے شاہ کے منظوم اردو تراجم

بلھے شاہ پنجابی شاعری میں ایک اہم نام تو ہے ہی اس کے ساتھ ساتھ پنجابی تہذیب و معاشرت اور صوفیانہ سلسلہ قادریہ کی ایک اہم شخصیت بھی ہیں۔ یوں بلھے شاہ ہمارے لیے کئی حیثیتوں سے اہم ہو جاتے ہیں دیگر معروف صوفی شعرا کی طرح وہ بھی اپنے دور کے متداول علوم پر حاوی تھے لیکن انہوں نے شاعری کے لیے پنجابی زبان کو چنا بلکہ کافی کی صنف کو بہت وسعت عطا کر دی۔ اس میں نہ صرف مضامین تصوف کو موضوع سخن بنایا بلکہ اپنے عہد کی مذہبی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی صورت حال کی نہایت سچی تصویر کشی کی۔ چونکہ بلھے شاہ کا عہد ایک پُر آشوب عہد ہے اور زوال و انحطاط اور اخلاقی پستی، مذہبی استحصال اور سماجی طور پر ٹوٹتے پکھرتے دور میں حساس اور درد مند شخصیات خاموش نہیں رہ سکتیں۔ بلھے شاہ کے کلام میں ان کے اپنے عہد کے بارے میں بہت سی باتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ بلھے شاہ پنجابی کے ایسے شاعر ہیں جن کی زبان اردو کے سب سے زیادہ قریب تر ہے ان کی لفاظی اور تراکیب کو اردو زبان کے الفاظ و تراکیب میں بدلنا مشکل نظر نہیں آتا حتیٰ کہ بعض ترجمہ نگار بلھے شاہ کے پورے کے پورے مصرعے اردو میں دہرا دیتے ہیں۔ بلھے شاہ کے کلام سے صرف چند مثالیں پیش خدمت ہیں وگرنہ ان کے ہاں کافیوں کی کاغذیں بھری پڑی ہیں:

بنیاد جلد دوم شماره: ۲، ۲۰۱۲ء
ہوری کھیلوں کی کہہ بسم اللہ

تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا تیرے عشق نے ڈیرا میرے اندر کیتا
جن کے پیار پر دلش سدھائے ایہہ دکھ جا کہوں کس جائے
اب ہم ایسے گم ہوئے پریم نگر کے شہر

ہار سنگا کو آگ لگاؤں انگ بوجھ کون چھپ آیا ہے / بے پونی سے پون بنایا
سنو تم عشق کی بازی، ملا تک ہوں کہاں راضی
مہورت پوچھ کر جاؤں، سا جن کا دیکھنے
پاؤں شک رنجی کو کیا کیجئے گامن بھانا سودا لیجئے گا
اوہ بے وس کر دکھلایا ہے نشہ روم روم میں آیا ہے

ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ بلھے شاہ نے اگرچہ کافیاں لکھیں ہیں اور خوب لکھی ہیں مگر ان کا سارا کلام کافیاں نہیں بلکہ اس میں نظمیں بھی ہیں۔ جب ہم بلھے شاہ کے کلام کے منظوم اردو تراجم کا جائزہ لیتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں شفقت تنویر مرزا کا بلھے شاہ کی ایک کافی ”نین سیج“ کا منظوم اردو ترجمہ مہا نو (کراچی) کے مارچ ۱۹۵۶ء کے شمارے میں نظر آتا ہے۔ اس لحاظ سے شفقت تنویر مرزا بلھے شاہ کے پہلے جزوی ترجمہ نگار ٹھہرتے ہیں۔ ان کے بعد حبیبان پاک (اگست ۱۹۵۶ء) کے حوالے سے حفیظ ہوشیار پوری اور شہاب رفعت کی کاوش نظر آتی ہے۔ حفیظ ہوشیار پوری نے بلھے شاہ کی ایک کافی ”میری بغل میں چور“ (”میری بگل دے وچ چور“) اور شہاب رفعت نے کافی ”منہ آئی بات نہ رہندی اے“ کا ترجمہ ”سوز دروں“ کے نام سے کیا ہے جو ۹۷ پر موجود ہے۔ اس کے بعد شفیع عمیل آتے ہیں جنہوں نے پنجاب رنک (۱۹۶۸ء) میں بلھے شاہ کی دو کافیاں ”علم سے بس کر دے اے یار“ اور ”عشق کی ہر دم نئی بہار“ کا منظوم اردو ترجمہ کیا ہے۔ پہلی کافی کے ۱۵ بند اور

بنیاد جلد دوم شماره: ۲، ۲۰۱۲ء

دوسری کے ۷ بند ہیں۔ اس سلسلے میں سرور مجاز کا نام بھی قابل ذکر ہے جنہوں نے بلھے شاہ کی ۳۳ کافیاں (بعض مکمل اور بعض کے منتخب بند) کو اردو نظم میں منتقل کیا۔ ان کی کتاب بکمل (بابا بلھے شاہ کی کافیاں کا منظوم اردو ترجمہ) کے نام سے موجود ہے۔ اس ایڈیشن میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے کہ یہ کونسی اشاعت ہے؟ اور یہ کس سال شائع ہوئی البتہ کتاب کے اندر ”تعارف“ کے عنوان سے ڈاکٹر نذیر احمد کی تحریر موجود ہے جس کے صفحہ نمبر ۶ پر انہوں نے لکھا ہے:

خدا کی پناہ اس کے بعد وہ طوائف الملوکی چلی کہ آئے دن وزارتیں اور حکومتیں بدلتی
رہیں پھر فوجی آمروں نے وہ من مانیاں کیں کہ لوگ الامان اور الحفیظ پکار اٹھے ہمسایہ
ملک سے دو بلکہ تین جنگیں لڑی گئیں جن میں شہری خواہ مخواہ لپیٹ میں آتے رہے۔ (۱)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان سے پہلی جنگ ۱۹۳۸ء، دوسری ۱۹۶۵ء اور تیسری ۱۹۷۱ء میں ہوئی اس طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ۱۹۷۲ء یا ۱۹۷۳ء کے آس پاس کا زمانہ ہو سکتا ہے۔ سرور مجاز کے بعد عبدالمجید بھٹی آتے ہیں جنہوں نے بلھے شاہ کے نسبتاً ضخیم انتخاب کو اردو نظم میں ڈھالا۔ یہ منظوم ترجمہ کافیاں بلھے شاہ مع منظوم اردو ترجمہ کے نام سے لوک ورثے کا قومی ادارہ اسلام آباد کے زیر اہتمام جون ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔ اس کی دوسری اشاعت ۱۹۸۰ء، تیسری ۱۹۸۷ء اور چوتھی ۱۹۹۷ء میں منظر عام پر آئی۔ اس میں ۹۴ کافیاں کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ ان کے بعد شریف کجباہی کا ترجمہ ”بلھے شاہ کی ایک کافی“ کے عنوان سے ان کی کتاب پنجابی شاعری میں شامل ہے۔ بلھے شاہ کے کلام کے منظوم تراجم کے حوالے سے آخری اور قابل ذکر نام علی اکبر عباس کا ہے جنہوں نے بلھے شاہ کا کلام کے نام سے ۱۹۸۹ء میں کتاب شائع کروائی۔ اسے پنجاب کونسل آف دی آرٹس لاہور نے نہایت دیدہ زیب سرورق کے ساتھ شائع کیا اس کا غذا اور چھپائی بھی قابل تعریف ہے۔ بلھے شاہ کے پہلے جزوی ترجمہ نگار ہونے کا اعزاز شفقت تنویر مرزا کو اور کتابی صورت میں پہلے ترجمہ نگار کا اعزاز سرور مجاز کو حاصل ہے۔ اگر ان مترجمین کے تراجم کو ذہن میں رکھا جائے تو مختلف کتابوں کی تحقیقات، امتیازات

علحدہ علیحدہ دکھائی دیں گے مثلاً شفیق عقیل نے بہت سے شعرا کو اردو نظم میں منتقل کیا لیکن انہوں نے اصل پنجابی کلام کو اپنی کتاب میں جگہ نہیں دی اسی طرح حفیظ ہوشیار پوری اور شہاب رفعت نے بھی پنجابی متن شامل نہیں کیا، سرور مجاز نے بلھے شاہ کے کلام کا منظوم اردو ترجمہ اپنی کتاب کے حصہ اول کے ص ۱۸ تا ص ۷۷ تک دیا ہے جبکہ ص ۷۸ سے ص ۱۲۸ تک پنجابی کلام ہے البتہ اس میں ایک مشکل پیدا ہوتی ہے کہ ان کی کافیاں جو اردو نظم میں ہیں ان کے مقابل کی پنجابی کافیاں کی دوسرے حصے میں ترتیب ادل بدل ہو گئی ہے۔ جس سے تحقیقی و تنقیدی مطالعہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے جبکہ عبد المجید بھٹی نے یہ اہتمام رکھا ہے کہ ایک صفحے پر پنجابی متن اور دوسرے صفحے پر ترجمہ منظوم اردو میں پیش کیا۔

ان تراجم میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ علی اکبر عباس کے سوا کسی مترجم نے یہ بات واضح نہیں کی کہ اس کے پیش نظر بلھے شاہ کے کلام کا کون سا نسخہ رہا ہے اعلیٰ اکبر عباس نے ترجمے کے لیے ڈاکٹر نذیر احمد کا تدوین کردہ کلام بلھے شاہ کا نسخہ سند مانا ہے۔ اس بات کی ضرورت اس بنیاد پر زیادہ شدید ہو جاتی ہے کہ بلھے شاہ کے کلام کے بہت سے نسخے چھپ کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ ان نسخوں میں اشعار میں موجود الفاظ اور بندوں کی ترتیب میں بہت سے اختلافات ہیں اس لیے اگر سنجیدگی سے ترجمہ نگاروں کی سعی یہ بحث کی جائے تو اس کا حق کما حقہ ادا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ان کے سامنے کون سا نسخہ تھا اور لفظ کیا تھا بند کتنے تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔

بلھے شاہ کے کلام کے اب تک جو منظوم اردو تراجم ہوئے یا حاصل ہو سکے اور جن کا تعارف پیش کیا گیا ہے اب ذیل میں مکمل کوائف کے ساتھ ان کی فہرست پیش خدمت ہے۔ (۲)

کتابی صورت میں چھپنے والے تین تراجم کو زمانی ترتیب سے پہلے رکھا ہے اس کے بعد جزوی ترجمہ نگاروں کے ترجموں کو بھی زمانی ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے۔

اب تک کے دستیاب مواد اور تحقیق و تلاش سے بلھے شاہ کے کلام کے مذکورہ بالا جو منظوم اردو تراجم سامنے آئے ہیں ان میں سے عبد المجید بھٹی کا نام زیادہ اہم ہے کیونکہ انہوں نے دوسرے ترجمہ نگاروں کی نسبت سب سے زیادہ یعنی ۹۴ کافیاں کا ترجمہ کیا ہے۔ ان تراجم کے

محمود الحسن بزمی

تجزیے کے لیے لغت کی کتابوں کے علاوہ بلھے شاہ کے کلام کے یا نثری تراجم اور شروحوں کے جن ایڈیشنوں سے مدد لی گئی ہے، انہیں حواشی میں درج کر دیا گیا ہے۔ (۳)

اب ہم تمام مترجمین کے منظوم تراجم کا فرداً فرداً جائزہ لیتے ہیں تاکہ ان کے تمام محاسن و معائب بخوبی سامنے آسکیں۔ اس مضمون میں حوالہ صرف وہاں دیا جائے گا جہاں کسی کتاب کا اقتباس نقل کیا ہے۔ پنجابی متن اور اس کے منظوم ترجمے کے جائزے کے لیے پیش کردہ مثالوں کے ساتھ ہی صرف صفحہ نمبر لکھ کر حوالہ دے دیا ہے کیونکہ ان تمام حوالوں کو آخر میں الگ سے لکھنے کا مطلب ہے کہ خواہ مخواہ ایک طویل فہرست کے ذریعے کئی صفحات ضائع کیے جاتے۔ جس ترجمہ نگار کا جائزہ لیا جا رہا ہے ہوگا اس کی مثالوں میں اسی کی کتاب کا حوالہ سمجھا جائے۔ جزوی ترجموں کو اس جائزے میں شامل نہیں رکھا صرف تین ترجمہ نگار جنہوں نے کتابی صورت میں کیا صرف انہیں کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

سرور مجاز کی کتاب بُسکل کے نام سے شائع ہوئی جس میں بابا بلھے شاہ کی کا منظوم اردو ترجمہ ہے۔ اس میں ۳۳ کافیاں کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ کتاب کا انتساب ”صوفی شعرا کے کلام سے درس اخوت حاصل کرنے والوں اور تعمیر وطن کے متوالوں کے نام“ کیا گیا ہے۔ تعارف سے پہلے ناشر کی طرف سے ایک اعلان ہے کہ ”زیر نظر کتاب میں اردو اور پنجابی کافیاں کی ترتیب روایتی انداز سے نہیں کی گئی اور پنجابی حصے کو آخر میں شامل کرنے سے بعض آخری پنجابی کافیاں کی ترتیب میں فرق پڑا ہے۔ جسے دوسرے ایڈیشن میں کافیاں کی تعداد میں اضافے کے ساتھ صحیح کر دیا جائے گا۔“

کتاب کا تعارف ڈاکٹر نذیر احمد نے لکھا ہے جو صفحہ نمبر ۵ سے ۹ تک دیا گیا ہے جس میں انہوں نے بلھے شاہ کے آبائی علاقے، حالات، واقعات، ان کے فکر و فن، زبان اسلوب کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ انہوں نے بلھے شاہ کے کلام کو اردو زبان، بولنے سمجھنے والے لوگوں تک پہنچانے کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

سرور مجاز کی ترجمہ نگاری کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر نذیر احمد لکھتے ہیں:

مجاز صاحب پنجابی صوفی شعراء کے ماضی الضمیر کو اردو کا جامہ پہنانے میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں اور اس سے پہلے حضرت سلطان باہوگی ایات کا ترجمہ کر کے اہل نظر سے داد حاصل کر چکے ہیں۔ (۴)

صفحہ نمبر ۱۰ سے لے کر ۱۲ تک بلھے شاہ کی حیاتی اور ان کے کلام کے مرتبین کے بارے میں مختصر آرا ہیں۔ یہ تحریر شاید سرور مجاز کی ہی ہے لیکن اس کے نیچے نام نہیں دیا گیا۔ صفحہ ۱۳ سے ۱۷ تک سرور مجاز نے کلام بلھے شاہ کے ملنے والے مختلف نسخوں کے متن میں پائے جانے والے اختلافات کے بارے میں بتایا ہے۔ ان کے خیال میں تمام صوفی شعرا کی مرکزی فکر ایک ہے وہ عشق و محبت کے رنگ میں دلجوئی، اشک شوقی اور انسان دوستی کا درس دیتے ہیں۔ اس تحریر میں اپنے ترجمے کے بارے میں سرور مجاز نے دو بنیادی باتیں کی ہیں جو انہی کے الفاظ میں بیان کی جاتی ہیں:

میں نے بابا بلھے شاہ کی ۳۳ کافیوں کا منظوم اردو ترجمہ کیا ہے اور ہر کافی کا مطالعہ مختلف کتب سے کیا ہے، مگر ہر کتاب میں الفاظ کا رد و بدل پایا گیا۔ مشکل الفاظ کے معانی کا حصہ خاص طور پر الگ نہیں کیا گیا۔ اکثر کافیوں کو بحور سے خارج پایا بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ موسیقی کے رنگ میں سر، طرز یا ”رہا“ کی بنیاد پر تو یہ کافیوں کھینچ تان کے ماتروں میں آ جاتی ہوں گی مگر شعری بحور کے ناپ تول پر ان کے بارے میں نہایت تکلیف دہ پہلو سامنے آتا ہے۔ (۵)

اپنے ترجمے کے بارے میں انہوں نے دوسری بات یہ کہی ہے کہ:

اردو زبان کے فروغ کے مقصد اور کلام کے مضمون کو تحفظ دینے کی غرض سے کیفیت و سرور کو ترجیح دیتے ہوئے بیشتر پنجابی الفاظ کو من و عن سجایا گیا ہے۔ (۶)

سرور مجاز کے منظوم ترجمے کے مطالعہ کے دوران یہ چیز سامنے آئی ہے کہ انہوں نے اکثر پنجابی الفاظ، تراکیب بلکہ بعض اوقات تو پورے کا پورا مصرع ہی دہرایا ہے۔

سرور مجاز نے چونکہ آخر میں اپنا مرتب کردہ یا تصحیح کردہ متن دیا ہے اس لیے اسی متن کے ساتھ ترجمے کا موازنہ کیا جائے گا۔

یہ بات نہایت معذرت سے کہی جاتی ہے کہ اگرچہ سرور مجاز بعض کافیوں کے بعض بندوں کا درست ترجمہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور مفہوم کو حتی الوسع اردو زبان میں منتقل کر سکے ہیں لیکن تقریباً اسی فیصد کا فیاں ایسی ہیں جن میں وہ باوجود اپنے پسندیدہ متن کے اختیار کرنے کے کافی کے بعض مصرعوں کا ترجمہ کرتے ہوئے اصل سے ہٹ گئے ہیں۔ ملاحظہ کے لیے بلھے شاہ کی پہلی کافی کے ترجمے کا جائزہ پیش خدمت ہے۔ پہلے پنجابی متن اور پھر منظوم اردو ترجمہ دیا جائے گا:

(۱) پنجابی متن: میری بنگل دے وچ چور نی میری بگل دے وچ چور

کہیں کوک سناواں نی میری بگل دے وچ چور

چوری چوری بگل گیا جگ وچ پے گیا شور
مسلمان سویاں تے ڈردے ہندو ڈر دے گور
دونوں ایسے دیوچ مردے ایہو دوہاں دی کھور
کتے رام داس کتے فتح محمد ایہو قدیمی شور
مٹ گیا دوہاں دا جھگڑا بگل پیا کجھ ہو
عرش منور ملیاں بانگاں سنیاں تخت لا ہو
شاہ عنایت گنڈیاں پایاں لگ چھپ کھچھ اڈور

میری بگل دے وچ چور نی میری بگل دے وچ چور (ص: ۷۷)

منظوم ترجمہ: مری بگل میں ہے چور چھپا مری بگل میں ہے چور

کس کو گوک سناؤں اپنی بگل میں ہے چور
چوری چوری بھاگ گیا وہ جگ میں پڑ گیا شور
کہیں برہمن شیخ کہیں پر یہی پُرانا شور

ختم ہوا دونوں کا جھگڑا دونوں ہی تھے کور
دونوں کی ہے ایک ہی منزل اک جاگیں اک سوئیں
کیا ہندو کیا مومن آخردونوں جانیں گور
عرش پہ گونجیں خوب اذانیں جانیں لاہور
شاہ عنایت کے کیا کہنے چھپ چھپ کھینچے ڈور
میری نگل میں ہے چور چھپامری نگل میں ہے چور (ص: ۱۸)

پوری کافی دینے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اندازہ ہو سکے کہ سرور مجاز کس طرح اپنے ہی
مرتب کردہ بلھے شاہ کے پنجابی متن کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بغور مطالعہ سے حاصل شدہ ہمارے
نتائج کچھ اس طرح ہیں:

— پہلے تینوں مصرعوں یعنی ٹیپ کا مصرع اور پہلے بند کے دونوں مصرعوں کا درست ترجمہ کیا ہے۔
— ترجمے کا دوسرا بند پنجابی متن میں تیسرا بند ہے جبکہ ترجمے کا دوسرا بند پنجابی متن میں تیسرا بند ہے۔
— ترجمے کے دوسرے بند میں رام داس، فتح محمد نام چھوڑ کر عمومی طور پر ہندو اور شیخ (مسلم)
مراد لیے ہیں پہلے اور دوسرے آدھے مصرعے کا ترجمہ ٹھیک کیا ہے جبکہ ”نگل پیا کچھ ہو“
کے لیے ”دونوں ہی تھے کور“ استعمال کیا ہے۔ جو اصل متن کے مفہوم کو ادا نہیں کرتا۔
— پھر ترجمہ نگار تیسرے بند میں پہلے مصرعے کو بالکل سمجھ نہیں پائے ”مسلمان سو یاں توں ڈر
دے ہندو ڈر دے گور“ میں ”سو یاں“ سے مراد مردے، چتا کا مسان پہ جلانا اور گور سے
مراد قبر ہے اور دونوں ہی اپنے مذہبی تفاوت کی بنا پر ان سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ سرور مجاز
نے اس مصرعے کا ترجمہ ”دونوں کی ایک ہی منزل اک جاگ ہیں اک سوئیں“ کیا ہے جو
غلط ہے پھر دوسرے مصرعے میں دونوں کو قبر میں لے گئے ہیں حالانکہ ”کھور“ سے مراد دشمنی
عناد اور نہ خم ہونے والا جھگڑا ہے۔

— چوتھے بند کا ترجمہ کسی حد تک درست ہے البتہ پنجابی متن میں ”کنڈیاں پائیاں“ کو واضح نہیں کر سکے۔
اس کافی کے مطالعہ سے اخذ شدہ نتائج کے مطابق اس پورے ترجمے میں تقریباً یہی

صورت حال ہے۔ سرور مجاز کے ترجمے نے اب کچھ مزید اس نوعیت کی غلط ترجمے کی مثالیں
اختصار کے ساتھ ملاحظہ ہوں:

(۲) پنجابی متن: گھروچ ہو دردان کڑے (ص: ۱۱۰)

ترجمہ: گھر میں ہے مال دھرا (ص: ۵۳)

”دردان“ کی بجائے اصل لفظ ہے ”پردھان“، بمعنی عزت والی جو کام کاج کر کے
سب کی عزت حاصل کرتی ہے۔ متن کی غلطی نے ترجمے کو بھی غلط کر دیا۔

(۳) پنجابی متن: اُچی نظر پھریں ہکاری

وچ اپنے شان گمان کڑے (ص: ۱۱۰)

ترجمہ: تیری نظروں میں ہے خواری

اندر سے تو جھانک بھلا (ص: ۵۳)

”ہکاری“ سے مراد مغرور، ترجمہ نگار نے غلط طور پر اس کے معنی ”خواری“ لکھے اور
ترجمہ غلط کر دیا۔ خواری اور اندر جھانکنا دونوں مصرعے غلط ہیں۔

(۴) پنجابی متن: تاں میں قدر محنت داپایا

جد ہو یا کم آسان گڑے (ص: ۱۱۰)

ترجمہ: راز پھر اس کا میں نے پایا

کام بہت آسان ہوا (ص: ۵۳)

اصل کا مطلب کہ میں نے زندگی بھر جو محنت مشقت کی اس کا مجھے اجر اور شاہاش ملی اور
نجات آسان ہو گئی تب مجھے محنت کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوا۔ مجاز کے ترجمے میں یہ بات نہیں آسکی۔

(۵) پنجابی متن: مڈھوں دی توں رجب و ہونی

ہن کیوں پھر فی ایں نموجھانی (ص: ۱۱۱)

ترجمہ: اپنی لاج نہ رکھی تو نے

شکل بنالی بھولی تو نے (ص: ۵۵)

جب لڑکیاں سوت کاتی ہیں۔ پھر من پسند ملبوسات بنوانے کے لیے، من پسند رنگ رنگوانے کی غرض سے ملائیے کے پاس جاتی ہیں اور جو سوت نہیں کاتیں وہ ”رجب و ہونی“ کہلاتی ہیں۔ ”نموجھانی“ سے مراد اداس، شرمندہ ہے نہ کہ بھولی بھالی۔

(۶) پنجابی متن: کرمڈت پار لنگھاوے گا

اوہ بلھے دا سلطان گڑے (ص: ۱۱۳)

ترجمہ: یار ہی پار اُتارے گا

بلھے کا سلطان بڑا (ص: ۵۶)

یہاں پنجابی متن میں غلط فہمی کی بنا پر ”پار“ کو ”یار“ سمجھ لیا ہے ”کرمڈت“ بمعنی مدد کرنا کے ہیں یعنی مدد کر کے پار اُتار دے گا۔ کون؟ یعنی بلھے شاہ کا حاکم (مالک حقیقی) سلطان۔ سرور مجاز اس مفہوم کو ادا نہیں کر پائے۔

(۷) پنجابی متن: جھبڈے آویں وے طیبیا نہیں تے میں مرگیاں (ص: ۱۱۳)

ترجمہ: آپ نہیں تو چھب دکھلا جا (ص: ۱۹)

”جھب آنے“ کا مطلب ”جلدی آنا“ ہے یعنی اے طیبیب (محبوب) میری خبر لینے جلد آ جاؤ۔ ترجمے میں اس کے برعکس اور ہی مفہوم بیان ہوا ہے۔

(۸) پنجابی متن: لیٹھے شوہ بن کوئی تا ہیں

استھے او تھے دو ہیں سرائیں

سنجھل سنجھل قدم لکائیں (ص: ۱۰۳)

ترجمہ: ہے بلھے شاہ بن کون بھلا

ہمدرد ترا غم خوار ترا

کچھ سوچ سمجھ کو کام میں لا (ص: ۲۹)

اصل متن میں بلھے شاہ اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ”شوہ“ (محبوب) کے بغیر اس دنیا اور اُس جہان میں کوئی (مددگار) نہیں ہے۔ اس لیے تم سنجھل کر چلو۔ مجاز کے نزدیک بلھے شاہ کے بغیر کوئی نہیں ہے جو بالکل غلط ہے۔ یعنی انہوں نے ”شوہ“ کو ”شوہ“ (شاہ یعنی بلھے شاہ) سمجھا جس سے ترجمہ غلط ہو گیا۔ مجاز کے ترجمے میں یہی غلطی اگلی دو مثالوں میں بھی ملاحظہ ہو۔

(۹) پنجابی متن: بلکھا شوہ دے پیریں پڑیے

غفلت چھوڑ کچھ حیلہ کریے

مرگ جتن بن کھیت اجاڑے (ص: ۹۷)

ترجمہ: بلھے شاہ کے پیر پڑیں اب

غفلت سے بس دور رہیں اب

موت کے آگے کتنے ہارے (ص: ۴۴)

شاعر کے مطابق یہ ہے کہ اے بلھے شاہ ”شوہ“ (محبوب) کے پاؤں میں پڑ کر معافی مانگ اور آگے سے غفلت چھوڑ کر محنت اور تدبیر شروع کر تا کہ ہرن (مرگ، شیطان) سے بچ سکیں کیونکہ کاوش و کوشش کے بغیر وہ فصل اجاڑ دے گا برباد کر دے گا۔ مجاز کا ترجمہ بالکل غلط ہے۔ وہ یہاں بھی ”شوہ“ (محبوب) سے خود بلھے شاہ مراد لیتے ہیں اور مرگ کو مرگ بمعنی موت باندھ گئے ہیں۔

(۱۰) پنجابی متن: بلھا شوہ دا عشق بکھلیا

رت پند گوشت چردا

بلھے شاہ کا عشق نرالا

ترجمہ:

رات پڑے تو گوشت نوالا

(ص: ۳۷)

سرور مجاز نے ترجمہ کیا ہے مگر پنجابی متن میں یہ بند شامل نہیں کیا شاید سہوارہ گیا ہے بہر حال اس کے ادراک میں اُن سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو آصف خاں ”آکھیا بلھے شاہ نے“ ص ۲۷۳، ڈاکٹر نذیر، ”کلام بلھے شاہ“ ص ۱۵۹ اور شریف صابر، ”بلھے شاہ مکمل کافیاں“، کافی ۹۲ ص ۱۳۲۔ ”بگھیلا“ (باگ) یعنی شیر کا بچہ جو شکار کرتا ہے ”رت“ یعنی لہو مراد ہے۔ جبکہ ترجمہ نگار اسے ”رات“ (night) سمجھے ہیں اور یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ گویا یہاں پر وہ ”شوہ“، ”بگھیلا“ اور ”رت“ تینوں لفظوں کو نہیں سمجھ سکے۔

(۱۱) پنجابی متن: بکھا شوہ پیا ہُن گئے

عشق دما مے سرتے وجے

چار دھاڑے گوئل واسا

اوڑک کوچ پجاری کا (ص: ۱۰۶)

ترجمہ: بلھے شاہ کی دھوم مچی ہے

عشق کی نوبت آن گئی ہے

گوئل چار دنوں کی مہماں

آخر کوچ پجاری کا (ص: ۵۰)

شاعر کی مراد اپنا آپ نہیں بلکہ ”شوہ“ محبوب، مالک حقیقی ہے ”گئے“، گرجدار آواز کو کہتے ہیں یعنی محبوب جس کی زوردار، زبردست ابدی اور لافانی آواز (اسے اُنحد سُر بھی کہتے ہیں) پوری کائنات میں گونج رہی ہے۔ عشق کے نقارے سر پہ بجتے لگے ہیں اب یہاں قیام، ٹھہراؤ عارضی (گوئل واسا) ہے۔ آخر کار جان پجاری کو جانا ہی ہوگا۔ صحیح ادراک نہ کر سکتے

کی بنا پر مجاز اسے گوئل (پرنده) سمجھ بیٹھے ہیں۔ ”شوہ“ شاہ سمجھا اور ٹھوکر کھائی۔ خود اس ترجمے کا پہلا مصرع اگلے مصرعوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔

(۱۲) پنجابی متن: بھٹھ سلیمان توں جھکا نیو (ص: ۱۰۰)

ترجمہ: پھر سلیمان کو بھاٹ میں جھونکا (ص: ۶۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دنیاوی خواہش کی بنا پر سزاوار ہو گئے اور انہیں سزا کے طور پر تندور میں آگ جلانا پڑی۔ سرور مجاز غلط فہمی کی بنا پر خود حضرت سلیمان علیہ السلام کو تندور میں پھینکے جانے کے بارے میں بتا رہے ہیں۔ یہ مذہبی تاریخ یا اسلامی اور قرآنی روایات سے عدم واقفیت کی مثال کہی جاسکتی ہے۔ دراصل سرور مجاز کے ترجمے کو مثنی غلطیوں نے زیادہ نقصان پہنچایا ہے کیونکہ اس وقت تک کوئی مناسب مرتبہ کلام بلھے شاہ کا موجود نہیں تھا۔ سرور مجاز کو ایک طرف تو منظوم ترجمہ کرتا تھا اور دوسری طرف کلام کو بھی مدون اور مرتب کرتا تھا جو شاید ان کے مزاج کا حصہ نہ تھا۔

عبدالحمید بھٹی کا کیا ہوا کلام بلھے شاہ کا منظوم اردو ترجمہ کافیاں بلھے شاہ مع منظوم اردو ترجمہ کے نام سے جون ۱۹۷۵ء میں لوک ورثے کا قومی ادارہ اسلام آباد کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ کتاب کے کل صفحات ۳۱۸ ہیں۔ یہ کلام بلھے شاہ کا دوسرے ترجمہ نگاروں کی نسبت ایک ضخیم منظوم ترجمہ ہے۔ اس کی پیش کش کچھ ایسی ہے کہ ایک صفحے پر پنجابی کلام ہے جبکہ مقابل کے صفحے پر اس کا منظوم اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ جس سے تجزیہ و تقابل میں سہولت محسوس ہوتی ہے شروع میں دی گئی کافیوں کی فہرست موجود ہے جو صفحہ ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴،

عبدالحمید بھٹی نے اپنے اس ترجمے میں بلھے شاہ کی کافیوں کی ترتیب بازار میں دستیاب مجموعوں کی طرح حروف تہجی کے مطابق ہی رکھی ہے ”ا“ سے شروع ہونے والی کافی پہلے، ”ب“ والی بعد میں، اسی طرح ”پ“، ”ت“، ”ٹ“، ”ث“، ”ج“، ”علیٰ“ ہذا القیاس۔ آخر تک یہی انتظام روا رکھا ہے لیکن اس میں انہوں نے ایک امتیاز یہ پیدا کیا ہے

عبدالجید بھٹی نے اپنے اردو ترجمے میں پنجابی کے کچھ ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن کا متبادل یا مترادف اردو میں نہیں ملتا مثلاً چالے، ات اُت، شوہ، چٹیک، لیکھا، ڈوڈو کرنا، ٹونے، بٹکل، ٹونی، ترنجبن۔

لیکن ایسے بھی بہت سے الفاظ سامنے آئے ہیں جن کا اردو میں مترادف موجود ہے اور عروضی پابندیاں بھی حائل نہیں اور پھر صوتی حسن اور شاعرانہ آہنگ بھی آڑنے نہیں آتا لیکن اس کے باوجود بھٹی صاحب نے ان پنجابی الفاظ ہی کو استعمال کیا ہے۔

جس طرح کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ کسی بھی صوتی شاعر کے کلام میں اس کی اپنی تہذیب کے رموز و علامت اپنے پورے تہذیبی رچاؤ کے ساتھ صوفیانہ مضامین میں ڈھلتے نظر آتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ آیا یہ رموز و علامت ترجمہ نگار اپنی زبان میں منتقل کر سکا ہے یا نہیں اور اگر کر سکا ہے تو کس حد تک یعنی ترجمے کے مقام و مرتبے کا تعین کرنا۔ چنانچہ بھٹی صاحب کے منظوم ترجموں کے سامنے رکھنے اور ان کا شاعر کے کلام سے موازنہ کرنے پر پتا چلتا ہے کہ وہ کہیں کہیں بہت اچھا ترجمہ کرتے ہیں لیکن بعض مقامات پر ان کا ترجمہ سطحی اور شاعر کی فکر سے دور لگتا ہے۔ مثلاً:

میں گنبدِ اچن چن ہاری نی میں گنبدِ اچن چن ہاری
خوش اعمال تو پار لگی ہیں، رہ گئی اوگن ہاری
کہہ کے الست جو الفت کی تھی میں نے کیوں وہ بساری
میں گنبدِ اچن چن ہاری نی میں گنبدِ اچن چن ہاری

بلھے شاہ کی یہ کافی ایک حکمت آمیز تمثیل ہے گنبد (کسم) ایک فصل ہے جس کے پودے پر سے سیاہی مائل بھورے رنگ کے بیج اترتے ہیں لیکن اس پورے پر تیز نو کیلے کانٹے ہوتے ہیں جو چھ کر زخمی کر دیتے ہیں۔ یہ تمثیل دنیا داری کے امور میں مصروف خاتون یا مرد کے لیے استعمال کی گئی ہے جو اخروی تقاضوں کو بھول چکی ہے چونکہ اس کافی میں اکثر الفاظ پنجابی اردو میں یکساں مستعمل ہیں جیسے پٹاری، گٹھڑی اوگن ہاری، ڈھیر، گھائی وغیرہ لیکن ٹھیکہ پنجابی لفظوں مایہ، پھویا پھویا، پنڈا، چگ چگ کے لئے بھی آسان مترادفات پئے ہیں پھر قافیہ بھی بلھے شاہ والا ہی اختیار کیا ہے بلھے شاہ کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ ان کی پنجابی زبان اردو کے بہت قریب ہے اس لیے ترجمہ نگار کو ترجمے میں

آسانی رہتی ہے۔ لیکن کہیں کہیں تو عبد المجید بھٹی نے زبردست ٹھوکریں کھائیں ہیں جس سے ترجمے سے استفادہ کرنے والوں کے لیے نہایت مشکل پیدا ہو گئی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انہوں نے جب ترجمہ کیا کلام بلھے شاہ کا کوئی معیاری اور مستند متن سامنے نہیں آیا تھا لیکن یہ حقیقت بھی قابل غور ہے کہ جو متن درست تھا بھٹی صاحب نے اُسے بھی اپنی قیاسی تصحیح سے کچھ کا کچھ بنا دیا جس سے ترجمے غلط ہو گیا البتہ ایک بات قابل ذکر ہے کہ جس طرح بابا فرید، شاہ حسین اور سلطان باہو کے کلام کے منظوم تراجم کرتے وقت بھٹی صاحب ان شعرا کے زمانے کے پنجابی الفاظ کا صحیح ادراک نہ کر سکنے کی بنا پر ترجمے میں غلطیاں کرتے رہے، بلھے شاہ کے کلام میں ایسی مثالیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ پھر بھی انہوں نے اپنے طور پر اگر متن میں تغیر و تبدل کیا تو پھر یہ تبدیلی ترجمے میں بھی در آئی۔ بھٹی صاحب کے منظوم ترجمے کا پنجابی متن کے ساتھ تقابل و تجزیہ سے غلط، برعکس اور مبہم ترجمے کی کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں۔ یہ مثالیں پیش کرتے ہوئے پنجابی متن وہی دیا جائے گا جو مترجم نے دیا ہے۔

پنجابی متن:
پریم نگر دے اُلے چالے
خونی نین ہوئے خوشحالے
آپے آپ پھسے وچ جالے
پھس پھس آپ کہا پورے

اب سا جن کیوں چرلا یورے

بلاشاوہ سنگ پریت لگائی
سوخی بن تن سب کوئی آئی
دیکھ کے شاہ عنایت سائی

جی میرا بھر ماپورے (ص: ۱۶، ۱۸)

منظوم ترجمہ:
پریم نگر کے اُلے چالے

خونی نین ہیں عشرت پیالے

دام میں اپنے آپ بھنسی ہوں

دکھ میں اپنی جان الجھائے

ساجن اب کیوں دیر لگائی

بلھا پریت پیا سے لگائی

ہر کوئی بن ٹھن کر آئی

دیکھ کے شاہ عنایت سائیں

میرے جی پر بے کلی چھائی

ساجن اب کیوں دیر لگائی (ص: ۱۷، ۱۹)

اس کافی کے پہلے بند کے پہلے مصرعے کا ترجمہ کرتے ہوئے مترجم نے پنجابی مصرع ہی دہرایا ہے۔ دوسرے مصرعے میں ”خوش حالے“ کا ترجمہ ”عشرت پیالے“ مہمل ہے اور پھر اس بند کے چوتھے مصرعے میں ”کہا یورے“ کا ترجمہ ”الجھانا“ کیا ہے جس کا مطلب پھنسانا ہے حالانکہ شاعر کا مفہوم ”اپنے آپ کو ذبح کروانا“ ہے۔ اسی طرح دوسرے بند کے تین مصرعوں کا ترجمہ درست کر کے چوتھے مصرعے کا بالکل غلط ترجمہ کر دیا ہے ”جی میرا بھر مایورے“ کا مفہوم جی یاد دل کو موہ لینا ہے نہ کہ جی پہ بے کلی (اُداسی) چھانا۔ اس بند کے تیسرے مصرعے میں پنجابی متن میں لفظ ”سائیں“ کو ”سائی“ لکھا ہے جبکہ منظوم ترجمہ کرتے ہوئے اسے ”سائیں“ ہی لائے ہیں۔

پنجابی متن: توں جس دن جو بن مٹی سی

توں نال ہوراں دے رتی سی

ہو غافل دُنیا وِتی سی

ہُن بھن تیرے درکار نہیں

اٹھ جاگ گھراڑے مار نہیں

ایہہ سون تیرے درکار نہیں

توں مڈھوں بہت کوچی سیں

ز لجاں دی ز لچی سیں

توں کھا کھا کھانے رتی سیں

تیں کولوں کون اواز ارنہیں (ص: ۳۶)

جس دن تھی تو جو بن ماتی

سکھیوں سے تھی جی بہلاتی

تھی غفلت میں خوش اوقاتی

منظوم ترجمہ:

اب رہنا نہیں بے کار تجھے

اٹھ جاگ نہ اب ڈرائے لے

یہ نیند نہیں درکار تجھے

تھا تجھ کو نہ کوئی سلیقہ بھی

اور تو بے حد بے شرم بھی تھی

کبھی حرص نہ پوری ہوئی تری

سب ہی تجھ سے بیزار رہے (ص: ۳۷)

یہاں پہلا بند جس کا پنجابی متن بھٹی صاحب ہی نے دیا ہے اس میں ہر مصرعے کے آخر میں ”سی“ بہ طور ردیف غلط نظر آتا ہے۔ اسے ”سیں“ ہونا چاہیے تھا۔ دوسرے مصرعے میں ”ہوراں“ کی بجائے ”سیاں“ زیادہ مناسب لگتا ہے کیونکہ ترجمے میں وہ ”سکھیوں“ کا لفظ لے آئے ہیں جو درست ہے۔ ”دُنیا وِتی“ کا ترجمہ ”خوش اوقاتی“ سراسر الٹ ہے۔ پھر دوسرے بند میں ”توں کھانے کھا کھار جی سیں“ کا ترجمہ ”کبھی حرص نہ پوری ہوئی تیری“ اس کے مفہوم میں تضاد ہے کیونکہ ”رجی“ کا مطلب سیر ہوتا ہے اور اس پر انسان مزید خواہش نہیں کرتا۔

پنجابی متن:

اگے مشکل پینڈا بھارا اے

اک الف پڑھو چھٹکارا اے

بن حافظ حفظ قرآن کریں

پڑھ پڑھ کے صاف زبان کریں

پھر نعمت و بچ دھیان کریں

من پھر جیوں ہلکارا اے

اک الف پڑھو چھٹکارا اے

بکھائی بوڑھا بویا سی

اور برچہ وڈا جد بویا سی

حد برچہ اوہ فانی بویا سی

مڑرہ گیا بیج نکارا اے

(ص: ۳۲)

درپیش سفر دکھ دھارا ہے

پڑھو ایک الف چھٹکارا ہے

ہم حفظ اگر قرآن کریں

پڑھ پڑھ کر صاف زبان کریں

اور چون و چرا کا بھی دھیان کریں

من چلا ہوا ہر کارہ ہے

پڑھو ایک الف چھٹکارا ہے

بکھتا بڑکا بیج بویا تھا

وہ پھولا، پھلا، پروان چڑھا

پھر اکھڑا اور نابود ہوا

کس کام کا بیج بچارا ہے (ص: ۳۳)

پہلے مصرعے میں ”درپیش سفر دکھ دھارا“ کی بجائے ”دکھ بھارا“ زیادہ چلتا ہے۔ ”دھارا“ کا مطلب چشمہ بہاؤ یا پانی کا تیز چلنا ہوتا ہے یا پھر ”دھاڑا“، بمعنی ظلم زیادتی ہو تو سکتا ہے مگر بلھے شاہ خود ”بھارا“ استعمال کرتے ہیں اور ترجمہ نگار اس سے اغماض برتتے ہیں۔ بند کا تیسرا مصرع ”پھر نعمت و بچ دھیان کریں“ کا ترجمہ ”اور چون و چرا کا بھی دھیان کریں“ مہمل ہے ”چون و چرا“ بحث و تکرار یا حرف استفہام کے لیے آتا ہے۔ دنیا کی نعمتوں کے لیے قطعاً نہیں آتا۔ ”ہلکارا“ کا مطلب ”ہرکارہ“ بتایا ہے۔ ”ہرکارہ“ ڈاک تقسیم کرنے والا یا کوئی بھی کام کرنے والا ہوتا ہے جبکہ ”ہلکارا“ کا پنجابی میں مفہوم بہت ہی قابل فہم ہے یعنی جب کٹنا دیوانہ ہو جاتا ہے یعنی اُسے ہلک کا دورہ پڑتا ہے وہ ہر ایک پہ جھپٹتا اور کاٹتا ہے شاعر کا مفہوم ہے کہ دنیا دار، فانی کاموں میں مصروف لوگوں نے آخرت بھٹلا دی ہے اور پاگل گئے کی طرح دنیاوی چیزوں پر جھپٹتے پھرتے ہیں ”مڑرہ گیا بیج نکارا اے“ بھی درست نہیں۔ یہ بھی بھٹی صاحب کے متن میں قیاسی تصحیح ہے ڈاکٹر فقیر نے اسے ”اکارہ“ لکھا ہے۔ شریف صابر اور آصف خاں بھی ”اکارہ“ لکھتے ہیں۔ لہذا ایک کافی کے دو بند میں سے اس قدر اصل متن کے برعکس ترجمے کی مثالیں مل جانا حیرت نہیں بلکہ افسوس ہے کہ کاش بھٹی صاحب مکمل توجہ ترجمے کو دے پاتے۔

پنجابی متن: پھر نقطہ چھوڑ حساباں نوں

کر دور کفر دیاں باباں نوں

لاہ دوزخ گور عذاباں نوں

کر صاف دلاں دیاں خواباں نوں

گل ایسے گھرو بچ ڈھکدی اے

اک نقطے و بچ گل مٹدی اے

اینویں متھاز مین گھسائی دا

لماں پا محراب دکھائی دا

پڑھ کلمہ لوگ سہائی دا

دل اندر سمجھ نہ لیا ئی دا

کدی بچی بات وی لکدی اے

اک نقطے وچ گل مکدی اے

اک جنگل بحریں جاندے نیں

اک دانہ روزی کھاندے نیں

بے سمجھ وجود تھکا ندے نیں

گھر آونڈے ہو کے جاندے نیں

ایویں چتیاں وچ جند سکدی اے

اک نقطے وچ گل مکدی اے (ص: ۴۲، ۴۳)

اک نکتہ پکڑ، تیج سب لکھے

بیچ کفر کے سب دروازوں سے

کر ختم جہنم کے قصے

رکھ دل کو پاک وساوس سے

بس بات یہی اک جچتی ہے

اک نکتے میں ساری بات ہے طے

یوں ماتھار گڑے جاتے ہیں

اس سے محراب سجاتے ہیں

پڑھ کر کلمہ گرماتے ہیں

پر اس کو سمجھ نہیں پاتے ہیں

سچ بات بھلا کب چھپتی ہے

اک نکتے میں ساری بات ہے طے

منظوم ترجمہ:

کوئی جنگل بحر میں جاتے ہیں

اک دانہ روزی کھاتے ہیں

نادان وجود گھساتے ہیں

بے بس ہو کر گھر آتے ہیں

جاں چلے کشتی میں گھلتی ہے

اک نکتے میں ساری بات ہے طے (ص: ۴۳، ۴۵)

اس کافی میں بھٹی صاحب نے متن سے انحراف کر کے بالکل اپنی پسند کا ترجمہ کیا ہے جو غلط اور مبہل ہے۔ پہلے بند میں ”کردور کفر دیاں باباں نوں“ کا ترجمہ ”بیچ کفر کے دروازوں سے“ کیا ہے ”باب“ عربی کا لفظ ہے جس کا معنی دروازہ ہے جبکہ یہاں اس سے مراد chapter ہے یعنی کسی بھی موضوع پر معلومات ایک جگہ اکٹھی مل جائے، جس طرح کتب میں مواد کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ بھٹی صاحب ”باب“ کے لفظ سے سیدھے ”دروازے“ پہ پہنچ گئے پھر ”لاہ دوزخ گور عذاباں نوں“ میں دوزخ (جہنم) گور (قبر) دو الگ الگ جگہیں ہیں اس کا ترجمہ ”کر ختم جہنم کے قصے“ نامکمل ہے۔ دوسرے بند میں پہلے دو مصرعوں کا ترجمہ درست کیا ہے مگر تیسرے مصرعے میں لفظ ”سہائی“ لائے ہیں ”پڑھ کلمہ لوگ سہائی دا“ کا ترجمہ ”پڑھ کر کلمہ گرماتے ہیں“ غلط ہے سہائی کا مطلب لوگوں کو اچھا لگنا، جوش دلانا یا حمایتی بنانا ہے جو اگلے مصرعے کے حوالے سے درست نہیں ہے۔ تیسرے بند میں پہلے تین مصرعوں کا ترجمہ اور متن دونوں درست ہیں البتہ چوتھے مصرعے میں ”آونڈے“ کی بجائے ”ماندے“ ہے اور پانچویں مصرعے میں ”چتیاں“ کی بجائے ”چلتیاں“ ہے کیونکہ ترجمے میں بھٹی صاحب نے ان الفاظ کے معنی درست لکھے ہیں۔

پنجابی متن: زکریا نے جد پایا قہارا

جس دم وجیا عشق نگارا

دھریا سرتے نکھلا آرا (ص: ۴۶)
منظوم ترجمہ: زکریا نے دی جو دہائی
عشق کو ایسی غیرت آئی
آری اس کے سر پر چلائی (ص: ۴۷)

بند کے دوسرے مصرعے ”جس دم وجیا عشق نگارا“ کا ترجمہ غلط ہے نگارا، نقارے کو کہتے ہیں جو اعلان یا مشتہر کرنے کے لیے ہمارے خطے میں کچھ عرصہ پہلے تک استعمال ہوتا رہا۔ بلند آواز کی بجائے پہلے نقارہ بجایا جاتا تھا یعنی عشق با آواز بلند حضرت زکریا نے اختیار کیا لیکن اس کے برعکس بھی صاحب کا یہ فرمانا کہ عشق کو غیرت آنا کسی طور درست نہیں ہے۔

پنجابی متن: کورو پاٹو وکرن لڑائیاں
اٹھاراں کھوئیاں تدوں کھپائیاں (ص: ۱۳۸)
منظوم ترجمہ: کورو پاٹو وکریں لڑائی
پشت اٹھارہ پر نوبت آئی (ص: ۱۳۹)

اس میں ”مہا بھارت“ میں ہونے والی لڑائی جو ہندوستان کی سرزمین پر کوروں اور پانڈوں کے درمیان ہوئی اس کا ذکر ہے۔ ”کھوئی“ سے مراد فوج کی ایک خاص تعداد جس میں ہاتھی، رتھ، گھوڑوں اور پیادوں کی کل گنتی ۲۱۸۷۷۰ بتائی جاتی ہے اور اٹھارہ کھوئیوں کی تعداد تو بہت زیادہ ہو جائے گی۔ بھی صاحب کھوئی کو پشت بمعنی نسل سمجھے ہیں۔ لہذا ترجمہ غلط ہو گیا ہے۔ عبد المجید بھی کے اس ترجمے میں ایسی اور بھی متعدد مثالیں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ یہاں خوف طوالت سے اب مزید چند مثالوں کو بغیر وضاحت کے نشان زد کیا جاتا ہے۔

بلھے شاہ: سانولیاں دے نین سلونے (ص: ۳۴)
بھی: نین سلونے مان اوروں کے (ص: ۳۵)

بلھے شاہ: گل نیلے جاے پائے جی (ص: ۴۲)
بھی: درویشی بانے سچائے نیں (ص: ۴۳)
بلھے شاہ: ٹسی چھپ دے ہوا ساں پکڑے ہو
بھی: تم ہم کو جھپٹ سے پکڑے ہو (ص: ۵۶)
بلھے شاہ: ساتھ اپنے ہم کو جکڑے ہو (ص: ۵۷)
بھی: نہ وچ پٹھن، نہ وچ سئون (بھون) (ص: ۶۲)
بھی: ڈھب نہیں بیٹھنے چلنے کا (ص: ۶۳)
بلھے شاہ: جو کوئی انخر دی سر پاوے (ص: ۶۴)
بھی: جو وحدت کی تان اڑائے (ص: ۶۵)
بلھے شاہ: گوکاں تن من وانگوں موراں (ص: ۶۴)
بھی: کوکل کوک جگر میں ٹھہرے (ص: ۶۵)
بلھے شاہ: او ہو دیکھ اساڈے جھیرے (ص: ۷۸)
بھی: اور اپنے میں جھیلے وہ تو (ص: ۷۹)

عبد المجید بھی کے بلھے شاہ کے کلام کے منظوم اردو ترجمے کے اس مطالعے سے ہم اس نتیجے پہ پہنچتے ہیں کہ ترجمہ کرتے ہوئے انہوں نے اکثر لغزشیں کھائی ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کا کارنامہ معمولی ہے انہوں نے نہ صرف بلھے شاہ بلکہ دیگر پنجابی شعرا کے منظوم اردو ترجمے کر کے اردو شاعری میں ایک قابل قدر روایت کی بنیاد رکھی۔ ان کا یہ ترجمہ اور اس سے پہلے زیر بحث آنے والے بابا فرید، شاہ حسین اور سلطان باہو کے کلام کے منظوم اردو تراجم سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ زیادہ تر پنجابی متن کے قریب رہ کر ترجمہ کرتے ہیں۔ پھر انہیں پنجابی تہذیب اور پنجابی زبان سے بھی وسیع شناسائی حاصل ہے جن کی بنا پر ان کا ترجمہ باوجود تسامحات کے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

کلام بلھے شاہ کا منظوم اردو ترجمہ کر کے کتابی شکل میں چھپوانے والے تیسرے اہم ترجمہ نگار علی اکبر عباس ہیں۔ ان کی یہ کاوش بلھے شاہ کے کلام کے نام سے اگست ۱۹۸۹ء میں پنجاب کونسل آف دی آرٹس لاہور کے زیر اہتمام چھپ کر سامنے آئی۔ اس کا سرورق پاکستان کے مایہ ناز منصور تنویر مرشد نے بنایا جبکہ خطاطی طارق محمود سولنگری نے نہایت ذوق شوق سے کی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں متن کی غلطیاں قدرے کم ہیں غرض یہ کتاب نہ صرف صوری حسن سے مالا مال ہے بلکہ مطالعہ کے بعد یہ امر حقیقت بدیہی بن کر سامنے آتا ہے کہ علی اکبر عباس کا ترجمہ بھی لائق صد تحسین ہے۔

کتاب کے صفحہ نمبر ۳ سے ۶ تک مندرجات کی فہرست ”ترتیب“ کے عنوان سے دی گئی ہے۔ فہرست میں کافیوں کے پنجابی عنوانات جو کافی کے ہی آدھے یا مکمل مصرعے سے نکالے گئے ہیں، کے تحت حروف تہجی کی ترتیب سے صفحہ وار دیے گئے ہیں۔ چنانچہ جب متذکرہ صفحہ پر جا کر کافی ملاحظہ کی جاتی ہے تو پتا چلتا ہے کہ پنجابی متن دیے گئے عنوان کے تحت درج کیا گیا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بغیر عنوان کے علی عباس نے پنجابی متن ساتھ تو دیا ہے لیکن یہ آئے آئے سامنے نہیں ہیں بلکہ بائیں طرف والے صفحے پر پنجابی متن ہے تو اس صفحے کی پشت پر اردو ترجمہ ہے۔ اس انداز سے صرف وہاں ذرا الجھن ہوتی ہے جہاں کو کافی ایک سے زیادہ صفحوں پر آتی ہے۔

علی اکبر عباس نے دوسرے ترجمہ نگاروں کے برعکس ایک خوبصورت اور قابل ستائش کام یہ کیا ہے کہ اپنے پیش لفظ کے آخر میں یہ لکھ دیا ہے کہ اس ترجمے کے لیے ڈاکٹر سید نذیر احمد کا تدوین کردہ کلام بلھے شاہ کا نسخہ سند مانا گیا ہے۔

کتاب کا دیباچہ اردو اور پنجابی کے نامور ادیب اشفاق احمد کا لکھا ہوا ہے۔ وہ ترجمے خصوصاً شاعری کے شاعری میں ترجمے کی مشکلات کا ذکر کر کے علی اکبر عباس کے ترجمے کو سراہتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق عباس نے بلھے شاہ کے کلام کو اردو شاعری میں منتقل کر کے اپنی شنواری کا کمال دکھایا ہے اور کمال یہ کہ بلھے شاہ کی کل کلام کو اردو کے انگ بھاؤ میں پورے کا پورا اتار کر ترجمے کو اس سوز و مستی سے لبریز کر دیا جو بلھے شاہ کے کلام میں حال بن کر وارد ہے۔ بہت مناسب ہوگا کہ اشفاق احمد کے اپنے الفاظ میں بات کہی جائے وہ کہتے ہیں:

گیسوئے اردو کو بابا بلھے شاہ کے مزاج کی لٹک عطا کرنا اور لسانی ہمہ اوست کا صوتی رنگ فراہم کرنا اسی شاعر کا کام تھا۔ اس منظوم ترجمے کو ملاحظہ فرمائیے اور پھر دیکھئے کہ علی اکبر عباس نے الفاظ کے اختلاف کے باوجود شاعری کو کس سلیقے سے اکو رنگ کیا ہیں دا عطا کیا اور آہنگ اور پیژن میں کس طرح ایک نئی صوتی لہر دریافت کی ہے۔ (۸)

ہم نے پچھلے دو منظوم تراجم میں دیکھا ہے کہ عبد المجید بھٹی پنجابی اور اردو کے شاعر ہونے کے ناطے کلام بلھے شاہ کا منظوم ترجمہ پنجابی ماحول اور زبان کے تقاضوں کے مطابق متن کے قریب رہ کر کرتے ہیں اور لغوی معنوں سے زیادہ مجموعی مفہوم کو مد نظر رکھتے ہیں جبکہ سرور مجاز اپنے منظوم ترجمے میں پنجابی الفاظ کے بطور خاص استعمال کا اعتراف کر کے اردو ذخیرہ الفاظ میں اضافے کا باعث بنتے ہیں اور پھر ان کی شاعری اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اردو بحر میں ترجمہ کیا ہے جس سے اردو قارئین بخوبی واقف ہیں اس طرح بلھے شاہ کا کلام بخوبی سمجھ آ جاتا ہے۔

علی اکبر عباس کے ترجمے کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے اصل فکر پر توجہ دینے کے ساتھ ساتھ اس آہنگ اور موسیقی کو بھی برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے جو بلھے شاہ کی کافی کی پہچان ہے، وہ خود کہتے ہیں:

پنجابی زبان میں اظہار کی ایک گھنڈی ہوتی ہے جسے کھولنا بہت مشکل ہے اور پھر کافی ایک ایسی صفحہ سخن ہے جس کا تاثر اس کی موسیقیت میں چھپا ہوتا ہے۔ لفظوں کی معنویت اس وقت تک آشکار نہیں ہوتی جب تک سُر تال سے ان کا میل نہ کر دیا جائے۔ ترجمہ کرتے وقت اس کا اہتمام مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے کافی کا وہ راگ، ٹھاٹھ اور انگ برقرار نہ رہے تو ترجمے میں لفظوں کے معانی لکھ دینے سے کام نہیں چل سکتا۔ کافی کا ترجمہ خصوصاً اس کے اپنے آہنگ میں ہونا ضروری ہے۔ بس اسی

ایک بندش کو سامنے رکھ کر میں نے یہ جرأت کی ہے اور یہ اہتمام رکھا ہے کہ کوئی بھی کافی جس راگ کے مخصوص انگ میں گائی جاسکتی ہے وہ اسی رنگ میں ترجمہ ہو۔ (۹)

چنانچہ ہم علی اکبر عباس کا منظوم ترجمہ پڑھتے ہوئے محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے بلھے شاہ کی شوخی، بے باکی، طنز کی لے اور آہنگ کو کمال خوبصورتی سے قائم رکھا ہے۔ اکثر جگہوں پر بلھے شاہ کا قافیہ اختیار کیا ہے پنجابی کے عام فہم الفاظ، جو اردو میں پہلے بھی ملتے ہیں اور بلھے شاہ کے کلام کی خصوصیت ہیں۔ ہم پہلے بھی اس کا ذکر کر آئے ہیں کہ بلھے شاہ کی زبان اردو کے قریب ترین ہے اور اس کا اظہار علی اکبر عباس نے بھی کیا ہے۔ اس لیے پنجابی کے یہ الفاظ عباس کے ترجمے کی زینت بنے ہیں۔ علی اکبر عباس اپنے منظوم ترجمے میں پنجابی کے جو الفاظ ہو بہو استعمال کرتے ہیں ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جن کے مترادفات اردو میں نہیں ملتے اور بعض کے مل جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ علی اکبر عباس اپنے ترجمے میں ہندی کے الفاظ بھی لاتے ہیں جن کے استعمال سے کلام میں ایک خاص قسم کی سڈرتا اور کو ملتا پیدا ہوتی ہے اور کافی کو گیت کا رنگ اور آہنگ میسر آتا ہے۔

علی اکبر عباس کے اس ترجمے میں سے بہتر ترجمے کی چند مثالیں کچھ تنقیدی جائزے کے ساتھ ملاحظہ ہوں۔ پنجابی متن ساتھ نہیں دیا جا رہا کیونکہ اس ترجمے میں کوئی ایسی الجھن نہیں کہ یہاں تقابل کی ضرورت ہو:

- (۱) ترجمہ: اب تو جاگ مسافر پیارے
رات گئی ہوئے ماند ستارے
آداگون سرائیں ڈیرے
ساتھ تیار مسافر تیرے
نہیں سنے کیا کوچ نقارے

اب تو جاگ مسافر پیارے

کر لے آج عمل کا چارہ
تو پھر آئے گانہ دوبارہ
ساتھی چل سو چل پکارے

اب تو جاگ مسافر پیارے

موتی، چونا، پارس، سونا
پاس سمندر پیاسے ہونا
کھول آکھیں اٹھ جا بیکارے

اب تو جاگ مسافر پیارے

بلھے! شاہ کے پاؤ پڑیں اب
تج غفلت کچھ حیلہ کریں اب
ہرن جتن بن کھیت اُجاڑے

اب تو جاگ مسافر پیارے (ص: ۱۲)

اس کافی ”اب تو جاگ“ کا یہ ترجمہ بلاشبہ خوبصورت اور فنی طور پر توانا ترجمہ ہے۔ خصوصاً ”رات گئی لٹکے سب تارے“ کا ترجمہ ”رات گئی ہوئے ماند ستارے“ لا جواب ہے۔ چاروں بندوں میں صرف ایک بند بلھے شاہ کے قافیے میں ہے وہ بھی اس لیے کہ پنجابی مصرعے ہی دُہرا دیے ہیں۔ تیسرے بند کی پہلی سطر ”موتی، چونا، پارس پاسے“ کا ترجمہ ”موتی، چونا، پارس، سونا“ میں ”پاسے“ کا مطلب سونا نہیں ہے ”پاسے“ بھی سمندری پتھر یا موتی ہی ہے کیونکہ شاعران کا ذکر کر کے پھر کہتا ہے کہ یہ سارے سمندر کے پاس (نزدیک) ہیں مگر پھر بھی پیاسے ہیں اصل میں اس بند میں ایک خوبصورت رمز ہے جو بیان کرنے سے زیادہ محسوس کرنے میں لطف دیتی ہے ”آکھیں“ پنجابی لفظ ہے جو آنکھیں کے لئے استعمال ہوا ہے اور خوب چچا بھی ہے۔ چوتھے بند میں ”پاؤ“ متن کی غلطی لگتا ہے یا پھر شعری ضرورت کی خاطر وزن پورا کرنے کے لیے حرف گھٹایا گیا ہے۔ بہر حال ”ہرگ جتن بن کھیت اُجاڑے“ کا ترجمہ ”ہرن جتن بن کھیت اُجاڑے“ بہت

ہی دیدہ زیب اور بامعنی ہے۔ دیگر دونوں ترجمہ نگار (بھٹی اور مجاز) اس مفہوم کو کیسے ادا کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

عبدالحمید بھٹی: موت ہرن بن کھیت اجاڑے

سرور مجاز: موت کے آگے کتنے ہارے

دریں حالات علی اکبر عباس کو کرڈٹ جاتا ہے کہ وہ پنجابی شاعر کے مضمون کو بخوبی واضح کر پاتے ہیں۔

(۲) ترجمہ:

چھوڑ چلا ہمسائیگی یار

خدا یا! اب کیا کریں

چل ہی دیار کنے کا نہیں

ہمراہی بھی تیار

خدا یا! اب کیا کریں

چاروں جانب کوچ کے چرچے

ہر سو پہی پکار

خدا یا! اب کیا کریں

خواہش دید میں سینہ بھڑکے

دن دیکھے دیدار

خدا یا! اب کیا کریں

نکلتے! پیارے پیانا ہم

رہے آرنہ پار

خدا یا! اب کیا کریں (ص: ۲۱)

اس کافی میں شاعر ہی کا قافیہ اختیار کیا گیا ہے ”چھوڑ چلا ہمسائیگی یار“ کی بجائے شاعر کے مطابق ”اٹھ چلے گواہندوں یار“ کی مناسبت سے ”چھوڑ چلے ہمسائیگی یار“ زیادہ بہتر ہوتا۔ چار بندوں میں سے تین کا ترجمہ بلاشبہ منفرد اور معتبر ہے۔ البتہ تیسرے بند کا پہلا مصرع ”ڈھانڈ کلیجے بل بل اٹھدی“ قابل غور ہے ”ڈھانڈ“ آگ کے بڑے شعلے یا لبو (پنجابی) کو کہتے ہیں اس کے ترجمے ”خواہش دید میں سینہ بھڑکے“ میں مفہوم تو ادا ہو جاتا ہے لیکن اثر آفرینی میں کمی نظر آتی ہے کیونکہ شاعر کا سوز اور درد کلیجے سے ہی وابستہ ہے۔ بہر حال خوبصورت اور معیاری ترجمے کی مثال ہے۔ علی اکبر عباس کے ترجمے کی ایک اور اچھی مثال کافی ”اک نقطے وچ گل مکدی اے“ کا منظوم ترجمہ ہے:

(۳) ترجمہ:

لے نقطہ چھوڑ حساب میاں

تج دوزخ، گور، عذاب میاں

کر بند کفر کے باب میاں

کر صاف تو دل سے خواب میاں

اسی گھر میں بات آرکتی ہے

بات اک نقطے میں چکتی ہے

یو نہی ماتھا پڑے گھساتے ہو

محراب پڑا دکھلاتے ہو

کلمہ پڑھ لوگ ہناتے ہو

نہیں دل کو کچھ سمجھاتے ہو

کبھی سچی بات بھی چھپتی ہے

بات اک نقطے میں چکتی ہے

کوئی جنگل بحر میں جاتے ہیں

اک دانہ روز کا کھاتے ہیں

بے سمجھ و جود تھکاتے ہیں

تھک ہار کے گھر کو آتے ہیں

چلوں میں جان ترستی ہے

بات اک نقطے میں چلتی ہے

کئی حاجی بن بن آئے جی

تن پر احرام سجائے جی

چج بیچ نکلے میں کھائے جی

پر بات یہ کس کو بھائے جی

کہیں سچی بات بھی رکتی ہے

بات اک نقطے میں چلتی ہے (ص: ۳۱، ۳۲)

اس کافی کے پنجابی متن میں دوسرے ترجمہ نگاروں کو ”باباں“، ”ہسائی دا“، ”ماندے“ اور ”نیلے جائے“ سے شدید مغالطے لگے ہیں لیکن علی اکبر عباس ان کا صحیح ترجمہ اور درست مترادفات فراہم کر پائے ہیں۔

”منہ آئی بات نہ رہندی اے“ بلھے شاہ کی بہت مشہور کافی ہے اور اس کا ترجمہ بھی پورے چھہ کے چھہ بندوں کا مثالی اور معیاری ہے تین بندوں میں تو قافیہ بھی وہی رکھا ہے۔ جگہ کی کمی کے باعث علی اکبر عباس کے بہتر اور معیاری ترجمے کی اور مثالیں دینا ممکن نہیں البتہ کافیوں کے عنوانات ذیل میں لکھے جاتے ہیں جو اس سلسلے میں قابل ذکر ہیں اور جن میں کوئی چیز محل نظر اور بار خاطر محسوس نہیں ہوتی۔

(۱) تو ہیوں ہیں میں ناہیں (۲) جس تن لکيا عشق کمال

(۳) چند کڑکی دے منہ آئی (۴) جو رنگ رنگیا گو ہڑا رنگیا

(۵) پچ کر کے کریں گذارا (۶) چلو دیکھئے اوس مستازے نوں

(۷) خلق تماشے آئی یار (۸) دل لوچے ماہی یار نوں

(۹) ڈھلک گئی چرنے دی تھی (۱۰) رانجھارا رانجھار دی

(۱۱) کوئی پچھو دلبر کیہ کردا (۱۲) کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاک دا

(۱۳) گل رو لے لوکاں پائی اے (۱۴) گھونٹ اوہلے نہ لگ بجنا

(۱۵) مل لوسہیلو پو (۱۶) منہ آئی بات نہ رہندی اے

(۱۷) مولا آدمی بن آیا (۱۸) میں اڈیاں کر رہی

(۱۹) میرے تیرے قربان (۲۰) میں چوہر بیڑی آں

(۲۱) میں کسیرا چن چن ہاری (۲۲) مینوں لگڑا عشق

(۲۳) واہ وار مزجن دی (۲۴) ہندو نہیں نہ مسلمان

(۲۵) ہن کس تھیں آپ چھپا سیدا (۲۶) ہن میں کھیا سونہا یار

علی اکبر عباس کا منظوم ترجمہ بلاشبہ کامیاب ترین ترجمہ ہے مگر ایک غیر جانبدار نقاد کمزور پہلوؤں کو بھی بیان کرتا ہے کیونکہ خوبیاں اور خامیاں مل کر ہی رنگ و روپ نکھارتی ہیں چنانچہ دوران مطالعہ کچھ قابل اصلاح پہلو بھی سامنے آئے ہیں۔ ذیل میں ان کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

(۱) پنجابی متن: سٹھے چھڈ چھڈ گئے اڈمبر، کوئی استھ پائیدا نہیں (ص: ۱۳)

اردو ترجمہ: اڈ گئے سارے چھوڑ چھوڑ کر، کوئی اس جا پائیدا نہیں (ص: ۱۴)

”اڈمبر“ سنسکرت کا لفظ ہے ہندی، پنجابی میں بھی مستعمل ہے اس کا مطلب غرور، تکبر، شان و شوکت ہے بعض لوگ دنیاوی جاہ مرتبہ اور علاقہ بھی مراد لیتے ہیں۔ ترجمہ نگار ”اڈمبر“ سے اڈنا مراد لے رہے ہیں جو درست نہیں ہے۔

(۲) پنجابی متن: اپنا دس نکانا، کدھروں آیا، کدھر جانا؟

جس ٹھانے دامان کریں توں (ص: ۱۷)

ترجمہ: اپنا کھوٹھکانہ، کدھر سے آئے، کدھر کو جانا؟

ٹھاٹھ کر جس پر مان کرے تو (ص: ۱۸)

شاعر کے نزدیک ”ٹھانہ“ سے مراد مقام ہے۔ ٹھانہ فوج یا پولیس کی چوکی یا پڑاؤ کو کہتے ہیں اور جگہ کے حوالے سے آتا ہے جبکہ مترجم کے نزدیک یہ ”ٹھاٹھ“ رعب اور وقار کے معنوں میں آیا ہے اور یہ بارِ خاطر نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کافی میں سے دو مثالیں اور دی جاتی ہیں:

پنجابی متن: کرے چار دیہاڑے چاؤڑ

اوڑک توں نے اٹھ جانا (ص: ۱۷)

ترجمہ: چار ہی دن ہیں تان بے سینہ

آخر تو نے ہے اٹھ جانا (ص: ۸۱)

”چاؤڑ کرنا“ پنجابی محاورہ ہے اور عام بولا جاتا ہے جس کا مطلب بُرے کام کرنے والا، بگڑا ہوا انسان ہوتا ہے۔ ترجمہ نگار شاید ”چوڑا“ بمعنی پھیلا نا یا تاننا سمجھے حالانکہ اس سے بات نہیں واضح ہوتی۔

(۳) پنجابی متن: راہ پواں تے دھاڑے، نیلے، جنگل، رکھ، بلائیں

بگھن چیتے، چت مچتے، گھنے روکن راہیں

تیرے پار جگا دھڑ چڑھیا، کنڈھے لکھ بلائیں (ص: ۱۹)

ترجمہ: راہ چلوں تو ڈاکے، صحرا، جنگل، شجر، بلائیں

باگھ اور چیتے جی دھلائیں بھڑیے روکن راہیں

تیرا کنارہ جگ مگ چکے اس پر لاکھ بلائیں (ص: ۲۰)

مترجم ”دھاڑے“ سے ڈاکے اور ”نیلے“ سے صحرا مراد لے رہے ہیں۔ ”دھاڑا“

دیران اور خوفناک جگہ کو کہتے ہیں جبکہ ”بیلہ“ دریا کے کنارے خود رو جھاڑیوں اور درختوں والا جنگل ہوتا ہے۔ دوسرے، مصرعے میں ”گھنے“ سے مراد بھیر یا لیا ہے جبکہ اس سے مراد شیر کا بچہ ہے۔ اس طرح جگا دھڑ (درست لفظ جگا دھر) سے مراد خوفناک سیلاب اور طوفان ہے جبکہ ترجمہ نگار اس سے ”کنارہ جگ مگ چکے“ مراد لیتے ہیں۔

(۴) پنجابی متن: چٹیاں نوں پے ملدے دھکے، جھوٹے کول بہائے

اگلے ہو کنگالے بیٹھے، پچھلیاں فرش و چھائے

بھوریاں والے راجے کیتے، راجیاں بھگ منگائے (ص: ۳۳)

ترجمہ: بچوں کو دھکے ملتے ہیں جھوٹے کو جگ پاس بٹھائے

خاص تھے جو کنگال سوئے اور عامیوں نے ہیں فرش بچھائے

منحوسوں سے راج کرائے، راجوں سے ہے بھیک منگائے (ص: ۳۴)

اس بند کے دو مصرعوں میں بلھے شاہ تاریخی انقلاب کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ کس طرح پہلی یا اگلی نسل (بادشاہوں یا امرا کی) اپنی بد اعمالیوں اور کج ادائیگیوں کی بنا پر کوڑی کوڑی کے محتاج ہو جاتے ہیں اور بعد میں آنے والی نسلیں پستی میں گر کر اوج ثریا سے تحت الثری یا پھر زمین پر آ بیٹھتے ہیں، مقام کھو بیٹھتے ہیں۔ ”بھوریاں والے“ سے کھ مسلیں یا سکھ بطور قوم مراد ہیں جو مغل زوال کے بعد لاہور کے حکمران بنے۔ ترجمہ نگار اس حقیقت کو واضح نہیں کر پائے۔

(۵) پنجابی متن: کوئی جو سد پیو نیں گکھی، دسریا گھر بار (ص: ۴۹)

ترجمہ: کوئی چوٹ پڑی جب گہری بھول گیا گھر بار (ص: ۵۰)

”سد“ بمعنی آواز نہ کہ ”چوٹ“ ضرب یعنی جب دنیاوی مصروفیات میں پھنس کر غافل ہونے والے انسان کو ”کوچ“ کا آواز نہ پڑتا ہے تو صرف وہی سنتا ہے (گھ جسی یعنی سر بست) اس سے چوٹ یا ضرب مراد نہیں ہے۔

(۶) پنجابی متن: گھمن گھیر نہ ناگھ ٹکانا، رورو چھاناں تلیاں

منہ مکٹ، متھے تیک لگا دے، جے دیکھے تاں بھلی آں (ص: ۵۳)

ترجمہ: بھنور بڑے، چڑھتی طغیانی، رورو ملوں ہتھیلیاں ہائے

سر ڈھانپیں اور تیک لگائیں، گردیکھیں بگڑی بن جائے (ص: ۵۳)

”ناگھ ٹکانا“ سے ”جائے پناہ“ مراد ہے یعنی بھنور میں پھنسے ہوئے کے لیے بچاؤ کی صورت نہیں ہے۔ درد جدائی میں آنسو بہائے تو فراق کی گرمی سے جلتا ہوا پانی موجوں کی صورت مجھے گرم تیل میں مچھلی کی طرح تل رہا ہے۔ ”مکٹ“ سے مراد شاہانہ تاج ہے اور ”تیک لگانا“ ہندو مت میں کامیابی یا خوبصورتی کا نشان ہے یعنی میرا محبوب مجھے تاج پہنا کر اور تیک لگا کر پسندیدہ نظروں سے دیکھے تو میں چنگی بھلی ہوں بصورت دیگر ناکام و مراد ہوں۔

(۷) پنجابی متن: بھگوا بھیس گسائیں دا کنگن، چوڑا باہیں دا (ص: ۸۵)
ترجمہ: بھگوا بھیس لباس کا ہے کنگن چوڑا اک راس کا ہے (ص: ۸۶)

”گسائیں“ سے مراد جو گیا رنگ کے کپڑے پہننے والے سادھو سنت اور جوگی ہیں۔ ”بھگوا بھیس لباس کا“ سے بات مبہم ہو جاتی ہے۔ کنگن چوڑا ”باہیں“ یعنی بازوؤں میں پہنا جاتا ہے اس کے لیے ”راس“ بے محل ہے۔

(۸) پنجابی متن: جس جاتا تیں جان لیا، تے ہوئے تھر مور (ص: ۱۳۵)

ترجمہ: جس نے جانا جان لیا، باقی کو اور نہ چھور (ص: ۱۳۶)

”مور کا تھرنا“ یعنی اپنے پاؤں دیکھ کر افسوس کرنا۔ یہ تمثیل ان لوگوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جو صحیح حقیقت جان لیتے ہیں پھر اپنی کم مائیگی پر تھرتے رہتے ہیں یعنی کف افسوس ملتے رہتے ہیں۔ ترجمہ نگار نے ”اور نہ چھور“ غلط ترجمہ کیا ہے۔

(۹) پنجابی متن: گنڈھ پہلی نوں کھول کے میں بیٹھی برلاواں

جس اپنا آپ ونجایا سو سُر جن والی (ص: ۱۷۳)

ترجمہ: میں پہلی گرہ کو کھول کے خود کو بیٹھی سمجھاؤں

جس اپنا آپ گنوا یا سو سہرے اُس کے سر ہیں (ص: ۱۷۴)

”برلاواں“ کا مطلب مشکل کی وجہ سے گھرا جانا ہے۔ یہ پنجابی محاورہ ہے ”برل پے جانا“ کسی کا پریشان یا گھبراہٹ کا شکار ہو جانا اس لیے ”بیٹھی سمجھاؤں“ غلط ہے۔ اسی طرح ”سُر جن والی“ سے مراد اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور دوست ہونا ہے۔ ”سُر جہار“ تخلیق کرنے والے مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں ہندی اور قدیم پنجابی کالفظ ہے۔

ان تمام ترجمہ نگاروں کی ایک مشترک خوبی یہ ہے کہ کسی نے بھی ترجمہ کرتے ہوئے ہیئت میں تبدیلی کی کوشش نہیں کی۔ اسی لیے بعض مقامات پر قافیہ اور ردیف کو نبھانے کی جستجو نظر آتی ہے اور یہ جستجو اکثر اوقات بہت کامیاب ثابت ہوتی ہے۔ کافی کی الگ سے کوئی ہیئت نہیں وہ کسی بھی ہیئت میں لکھی جا سکتی ہے۔ بلھے شاہ کے ہاں کافی کے لیے جو ہیئتیں استعمال ہوئیں وہ اردو میں بھی مستعمل تھیں لہذا ترجمہ کرنے والوں کے لیے یہ سہولت رہی کہ انھیں اس ہیئت میں تبدیلی نہیں کرنا پڑی۔ بلھے شاہ کی زبان چونکہ اردو زبان کے بہت ہی قریب ہے۔ اس لیے اس کو ترجمہ کرتے ہوئے قافیہ ردیف کا التزام رکھنا ترجمہ نگاروں کے لئے ممکن ہوا اور اس امتحان میں وہ جس خوبی اور حسن سے پورے اترے اس کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ پنجابی سے ناواقف قارئین جن کے لیے یہ ترجمے کیے گئے وہ بعض جگہ صرف اردو ترجمے پر بھروسہ کر کے گمراہ ہوتے بھی نظر آتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

- * محمود الحسن بزمی، استاد، شعبہ پنجابی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور۔
- (۱) نذیر احمد، ”تعارف“، بکسل ترجمہ سرور مجاز (لاہور: حلقہ کتاب، س ن)، ۲۰۔
- (۲) کلام بلھے شاہ کے منظوم اردو تراجم کی فہرست:
- الف سرور مجاز، بکسل (بابا بلھے شاہ کی کافییوں کا منظوم اردو ترجمہ) (لاہور: حلقہ کتاب، س ن) کل صفحات: ۱۲۸۔
- ب عبدالحجید بھٹی، کافیاں بلھے شاہ: منظوم اردو ترجمہ (اسلام آباد: لوک ورثہ قومی ادارہ، جون ۱۹۷۵ء) کل صفحات: ۳۱۷۔
- پ علی اکبر عباس، بلھے شاہ کا کلام (لاہور: پنجاب کنسل آف دی آرٹس، اگست ۱۹۸۹ء) کل صفحات: ۱۷۶۔
- ت شفقت تویر میرزا، ”تین سچ“، ماہ نو (مارچ ۱۹۵۶ء): ۳۰۔
- ث حفیظ ہوشیار پوری، ”بلھے شاہ کی ایک کافی“، خیابان پاک (کراچی: ادارہ مطبوعات، ۱۹۵۶ء): ۷۸۔
- ث شہاب رفعت، ”بلھے شاہ کی ایک کافی“، خیابان پاک (کراچی: ادارہ مطبوعات، ۱۹۵۶ء): ۷۹۔
- ج شفیع عقیل، ”بلھے شاہ کی دو کافیاں“، پنجاب رنگ (پنجابی کے قدیم شعرا کے تراجم) (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ستمبر ۱۹۶۸ء): ۱۵-۵۳۔
- چ شریف کتبائی، ”بلھے شاہ کی ایک کافی“، پنجابی شاعری سے انتخاب مع منظوم اردو ترجمہ (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۸۳ء): ۳۰، ۳۱۔
- (۳) کلام بلھے شاہ کے نثری تراجم اور دیگر شریں مند درجہ ذیل ہیں:
- الف فقیر محمد فقیر، کلیات بلھے شاہ (لاہور: پنجابی ادبی اکیڈمی، ۱۹۶۰ء)۔
- ب سید نذیر احمد، کلام بلھے شاہ (لاہور: بکسل لمیٹڈ، ۱۹۷۶ء)۔
- پ شریف صابر، بلھے شاہ مکمل کافیاں (لاہور: سید اجمل حسین میموریل سوسائٹی، ۱۹۹۱ء)۔
- ت محمد آصف خاں، آکھیا بلھے شاہ نے (لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۱۹۹۲ء)۔
- ث پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی، کافیاں بلھے شاہ (لاہور: تاج بکڈ پوز، ۱۹۸۸ء)۔
- ث ضحیر انظر، ترجمہ ارشادات بلھے شاہ (اسلام آباد: کادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۸۷ء)۔
- ج جے۔ آر۔ پوری، آر۔ آر۔ شکاری، ترتیب و ترجمہ سائیں بلھے شاہ (لاہور: گلشن ہاؤس، ۱۹۵۵ء)۔

(۴) احمد، ”تعارف“، ۸۔

(۵) احمد، ”تعارف“، ۱۶۔

(۶) احمد، ”تعارف“، ۱۷۔

(۷) عبدالحجید بھٹی، ابیات سلطان باھو (منظوم ترجمہ) (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۷ء): ۹۰۔

(۸) اشفاق احمد، بلھے شاہ کا کلام، ترجمہ علی اکبر عباس (لاہور: پنجاب کنسل آف دی آرٹس، ۱۹۸۹ء): ۸۰۔

(۹) علی اکبر عباس، ترجمہ بلھے شاہ کا کلام (لاہور: پنجاب کنسل آف دی آرٹس، ۱۹۸۹ء): ۷۰۔

کتابیات

انظر، ضحیر، ترجمہ ارشادات بلھے شاہ۔ اسلام آباد: کادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۸۷ء۔

احمد، اشفاق۔ بلھے شاہ کا کلام، ترجمہ علی اکبر عباس۔ لاہور: پنجاب کنسل آف دی آرٹس، ۱۹۸۹ء۔

احمد، نذیر۔ ”تعارف“، بکسل ترجمہ سرور مجاز۔ لاہور: حلقہ کتاب، س ن۔

احمد، نذیر۔ کلام بلھے شاہ۔ لاہور: بکسل لمیٹڈ، ۱۹۷۶ء۔

بھٹی، عبدالحجید۔ ابیات سلطان باھو (منظوم ترجمہ)۔ کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۷ء۔

بھٹی، عبدالحجید۔ کافیاں بلھے شاہ: منظوم اردو ترجمہ۔ اسلام آباد: لوک ورثہ قومی ادارہ، جون ۱۹۷۵ء۔

پوری، جے۔ آر۔ اور ٹی۔ آر۔ شکاری۔ ترتیب و ترجمہ سائیں بلھے شاہ۔ لاہور: گلشن ہاؤس، ۱۹۵۵ء۔

خاں، محمد آصف۔ آکھیا بلھے شاہ نے۔ لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۱۹۹۲ء۔

رفعت، شہاب۔ ”بلھے شاہ کی ایک کافی“، خیابان پاک۔ کراچی: ادارہ مطبوعات، ۱۹۵۶ء۔

صابر، شریف۔ بلھے شاہ مکمل کافیاں۔ لاہور: سید اجمل حسین میموریل سوسائٹی، ۱۹۹۱ء۔

عباس، علی اکبر۔ ترجمہ بلھے شاہ کا کلام۔ لاہور: پنجاب کنسل آف دی آرٹس، ۱۹۸۹ء۔

عقیل، شفیع۔ ”بلھے شاہ کی دو کافیاں“، پنجاب رنگ (پنجابی کے قدیم شعرا کے تراجم)۔ لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ستمبر ۱۹۶۸ء۔

فقیر، محمد فقیر۔ کلیات بلھے شاہ۔ لاہور: پنجابی ادبی اکیڈمی، ۱۹۶۰ء۔

کتبائی، شریف۔ ”بلھے شاہ کی ایک کافی“، پنجابی شاعری سے انتخاب مع منظوم اردو ترجمہ۔ اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۸۳ء۔

مجاز، سرور۔ ترجمہ بکسل (بابا بلھے شاہ کی کافییوں کا منظوم اردو ترجمہ)۔ لاہور: حلقہ کتاب، س ن۔

بنیاد جلد دوم شماره: ۲، ۲۰۱۲ء

میرزا، شفقت تنویر۔ ”نیل نتج“ ماہ نو (کراچی: مارچ ۱۹۵۶ء)۔

ہاشمی، حمید اللہ شاہ۔ کافیاں بلھے شاہ۔ لاہور: تاج بک ڈپو، ۱۹۸۸ء۔

ہوشیار پوری، حفیظ۔ ”بلھے شاہ کی ایک کافی“ ”نمایان پاک۔ کراچی: ادارہ مطبوعات، ۱۹۵۶ء۔